جلد ۲۴ * قادیان دار الامان مورخہ ۱۴ فروری سنہ ۱۹۲۱ء * نمبر ۶

دار الامان کا ہفتہ

(۱) ۷ فروری کی صبح کو جبکہ خورشید انور دنیا کے اوپر جلوہ افروز ہو رہا تھا۔ اور اپنا نور تمام دنیا کے اوپر ڈال رہا تھا۔ اسوقت مسجد مبارک کے اس حصے میں جو حضرت سیدنا مسیح موعودؑ کے زمانے کا ہے کھڑکی کے پاس جو حضورؑ کے حرم کے اندر کو جاتی ہے۔ مولوی سید سرور شاہ صاحب نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا تیسرا نکاح جس کی مبارکباد پہلے چھپ کر ناظرین تک پہنچ چکی ہے پڑھا نکاح ایک ہزار روپیہ مہر پر حضرت ڈاکٹر سید عبد الستار شاہ کی دختر بلند اختر سیدہ مریم صاحبہ کے ساتھہ پڑھا گیا مبارک صد مبارک۔ حضرت صاحب نے لمبی دعا فرمائی

(۲) اسی دن سنا گیا کہ بھانبڑی ضلع گورداسپور میں جو قادیان سے ۴ میل کے فاصلے پر ہے۔ ایک مباحثہ ہے مباحث مولوی مرید احمد صاحب تھے۔ بہت سے احباب وہاں گئے ہمارے علماء بھی قریباً سب کے سب تھے۔ ہماری جماعت کے لوگوں نے وہاں پہنچکر نہایت خضوع خشوع سے نماز پڑھی اور دعا کی۔ مولوی مرید احمد صاحب نے بحث کرنے سے انکار کر دیا۔ اور انکے ساتھی مسلمانوں نے نہایت گندے اور رزیل اخلاق دکھلائے۔ مثلاً ہمارے آدمیوں کو بازوؤں سے پکڑ کر کہا کہ تم ہمارے گھر سے چلے جاؤ۔ وغیرہ۔ مفصل دوسری جگہ درج کرونگا۔ خلاصہ یہ کہ بحث نہ ہوئی۔ مولوی صاحب حیل و حجت کرتے رہے۔ آخر انکار کر دیا۔ کہ میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہی نہیں۔

وہاں ہمارا کامیاب جلسہ ہوا۔ کئی تقریریں ہوئیں۔ آخر شام کو مظفر و منصور قادیان آ گئے۔ قافلہ سالار حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب تھے۔ منتظم جلسہ حضرت میر محمد اسحاق صاحب تھے۔

(۴) قادیان میں تخفیفاتی کمیٹی بیٹھی ہوئی ہے۔ جو اسبابت پر غور کر رہی ہے۔ کہ کوئی زائد خرچ تو نہیں ہو رہا۔ اگر کوئی زائد خرچ ہو۔ تو اسکو اڑا دیا جائے۔ اسکے پریزیڈنٹ بابو فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک ارسنل و امیر جماعت فیروز پور ہیں۔

(۵) قادیان میں جو شرقی سیمنٹ پر ڈھاب ہے۔ وہ ساری کی ساری احباب میں تقسیم کر دی گئی ہے مکان بنانے کیلئے درمیان میں ستر فٹ کی نہر رکھی جاویگی۔ احباب اپنے اپنے حصے بھر رہے ہیں امید ہے کہ بہت جلد اسی سال یہ ڈھاب بھر جاویگی یہ انتظام بھی زیر نگرانی صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ہو رہا ہے۔

(۶) رسالہ ترک موالات جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پچھلے دنوں تصنیف فرمایا تھا۔ بہت مقبول ہوا ہے

انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی پرنٹر و پبلشر و پروپرائیٹر چھپا۔ اور تراب منزل سے شائع ہوا۔

اور اس کثرت سے اسکی مانگ ہے۔ کہ وہ سب کا سب ختم ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ حضرت کے حکم سے قادیان کے سب احمدیوں سے واپس لیا گیا۔ اور لوگوں کو بھیجا گیا۔ اب دفتر میں اسکی کوئی کاپی نہیں رہی۔ گورنمنٹ کیطرف سے بھی مانگ ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ پبلسٹی کمیٹی نے بیس ہزار اپنے خرچ پر شایع کرنیکا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

(۷) ۹ر فروری کو بعد نماز صبح حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے مسجد مبارک میں جنرل خان اوصاف علی خان صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ کمانڈر ان چیف افواج نابھہ کا خطبہ نکاح خانصاحب ذوالفقار علی خانصاحب کی صاحبزادی امۃ اللہ سلیمہ بیگم سے پڑھا۔ آٹھ ہزار روپیہ مہر کا اعلان کیا گیا۔

(۸) کئی دن سے مولوی نور احمد صاحب ساکن لکھوکے قادیان میں آئے ہوئے ہیں۔ انکا خیال ہے۔ کہ تکفیر کا مسئلہ اڑا دیا جاوے۔ ۱۱ر فروری کو انکا ایک مباحثہ بازار میں جناب حافظ روشن علی صاحب سے ہوا۔ مفصل کیفیت پھر۔ احمدی احباب نے مولوی نور احمد صاحب کی کئی دعوتیں کی ہیں۔

(۹) قادیان کے سربراہ نمبردار مرزا محمد بیگ صاحب کچھ عرصہ ہوا ہے۔ کہ مرض سل سے بیمار ہو کر فوت ہو گئے ہیں۔ مرزا محمد بیگ صاحب مرزا احمد بیگ صاحب ہوشیار پوری کے بیٹے تھے۔ ان کی جگہ خالی تھی۔ اصل نمبردار تو خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ہیں۔

چونکہ وہ خود اس کام کو نہیں کر سکتے۔ اس لئے آگے ان کو ایک آدمی رکھنا پڑتا ہے۔ اب مرزا احمد بیگ صاحب کی جگہ مرزا ارشد بیگ صاحب مقرر ہوئے ہیں۔ مرزا ارشد بیگ صاحب مرزا اعظم بیگ صاحب کے پوتے ہیں۔ مرزا اعظم بیگ صاحب بہت شان و شوکت کے آدمی تھے۔ جب قادیان آتے تھے۔ تو شہر میں نہیں ٹھہرا کرتے تھے۔ بلکہ قادیان سے باہر خیمے لگایا کرتے تھے۔ اور کہا کرتے تھے۔ کہ میں مرزا غلام مرتضےٰ کی زمین میں نہیں اتر سکتا۔ یہ عجائبات میں سے ہے۔ کہ آج اسی مرزا اعظم بیگ کا پوتا مرزا غلام مرتضےٰ کے پوتے کے پاس بحیثیت ایک سربراہ کے ہے۔

مرزا احمد بیگ صاحب فوت ہو گئے مجھے افسوس سے ذکر کرنا پڑا ہے۔ کہ وہ کبھی کبھی ہمارے سلسلہ کے خلاف کچھ نہ کچھ کر دیتے تھے۔

میں امید کرتا ہوں۔ کہ مرزا ارشد بیگ صاحب ایسی راہ پر چلیں گے۔ جو سلسلہ کے لئے اور عوام کے لئے مفید ہو۔

(۱۰) ۱۰ر فروری کو مدرسہ احمدیہ کے بورڈنگ میں دوسرا طبی لیکچر جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب اسسٹنٹ سرجن نے نظام عصبی کے متعلق فرمایا۔ خلاصہ لیکچر دوسری جگہ درج ہو گا۔

(۱۱) ۱۰ر فروری ۱۹۲۱ء کو مدرسہ تعلیم الاسلام کیطرف سے ڈیوک آف کناٹ کی تشریف آوری پر ایک جلسہ ہوا۔ اور تمغے تقسیم کئے گئے۔

(۱۲) ۱۲ر فروری ۱۹۲۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی پھیرو چیچی آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے تشریف لے گئے۔

(۱۳) طلباء ففتھ ہائی کلاس ۹ر مارچ کو امتحان میں بیٹھنے والے ہیں۔
احباب ان کی کامیابی کیلئے دعا فرما دیں ؛

ڈیوک آف کناٹ کی آمد اور تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کا جلسہ

۱۰ر فروری ۱۹۲۱ء مسجد نور میں زیر صدارت چودہری غلام محمد صاحب بی۔ اے۔ گورنمنٹ برطانیہ کی فتح اور جنگ کے اختتام اور ڈیوک آف کناٹ کی آمد کی خوشی میں جلسہ ہوا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد چند لڑکوں نے فرداً فرداً خوش الحانی سے نظمیں پڑھیں۔ جنمیں سلطنت برطانیہ کا آرام اور فائدے بتائے گئے تھے۔ اور کچھ نظموں میں شاہنشاہ جارج پنجم کی تعریف تھی۔ لڑکوں کی سریلی آواز اور مضمون کی خوبی سے سامعین بہت محظوظ ہوئے۔ نظموں کے بعد ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم کا لیکچر اور سلطنت برطانیہ کے احسانات پر ایک گھنٹہ تک ہوتا رہا۔ آخر میں انہوں نے بتایا۔ کہ ہر احمدی کا اور فرضوں کے علاوہ یہ بھی ایک بڑا فرض ہے۔ کہ وہ گورنمنٹ کی وفاداری کرے۔ اور نہ صرف خود کرے۔ بلکہ حتی الوسع دوسروں سے کرائے۔ کیونکہ یہ مسیح موعودؑ کا حکم ہے۔ جو شخص گورنمنٹ کی وفاداری نہیں کرتا۔ وہ احمدی جماعت میں سے نہیں۔ لیکچر ختم ہونے پر ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے اپنی نظم پڑھی۔ جو ذیل میں ہے۔ اسکے بعد لڑکوں میں تمغے تقسیم ہوئے۔ دعا کے بعد جلسہ ختم ہوا ؛

جنگ کے خاتمہ اور ڈیوک کی آمد پر اسلم کا ترانہ

نشاط عشرت و شادی سراسر — نظر آتی ہے ہر سو ہر مکاں پر
در و دیوار عالم ہیں مزین — خوشی ناچے ہے چھم چھم آج گھر گھر
جدہر دیکھو ادہر اک منظر نو ؛ — لبھاتا ہے دلوں کو کر و فر ؛
نہایت شادمانی ہو رہی ہے — خوش و خرم ہیں بہائی کے گورنر
خوشی میں ہر چمن اترا رہا ہے — ہے جھولے مست ہو شاخ صنوبر
پرندے خوش نوایاں کر رہے ہیں — نحو ہیں چہچہانے میں شجر پر
غرض اب آسماں سے ہے خوشی کی — مجسم اک پری آئی اتر کر ؛
مبارک ہے حکمرانی مبارک — مبارک ہو رعایا کو یہ قیصر
مبارک ہو ہمیں یہ قوم برٹن — بر از بال ہما ہے اسکا شہ پر
بہت سے شاہ شاہ بانو ہوئے پر — نہیں دنیا میں کوئی انکا ہمسر
یہ آرام اور انصاف حکومت — سلاطین سلف سے ہے فزوں تر
نصیبش یاور و بخشش مددگار — کھڑا اقبال ہے خود انکے در پر
مخالف انکے جب آئے مقابل — تو اک حربے میں بہا دم دبا کر
ذرا جلسے کرو اے ہند والو! — یہی ہے اب رضائے رب اکبر
تعجب کیوں ہے انکی خوبیوں میں — کہ ہے ظل خدا جب انکے سر پر
مسیح موعودؑ نے بھی ہے دعا کی — کہ قیصر کو مبارک تخت و افسر

نظام عصبی پر دوسرا لیکچر

خلاصہ

پچھلی جمعرات کو میں نے مضمون کا تمہیدی حصہ بیان کیا تھا۔ آج علمی حصہ شروع ہے یہ حصہ لیکچروں میں بالکل خشک حصہ کہلاتا ہے۔ اسکے لئے آپ بھی بالکل تیار رہنا چاہیئے۔

پچھلے لیکچر کا خلاصہ

نیت پچھلے حصے میں میں نے نیت کا ذکر کیا تھا۔ نیت کا تعلق اس مضمون سے بھی ہے۔ نیت کا کام کیا جاتا ہے اعضاء سے نہیں۔ بلکہ دماغ کے ذریعے سے۔

عصبی رنگ میں بھی نیت کو ایک بڑی فوقیت ہے۔ گویا نیت بمنزلہ جان کی ہے اگر یہ نہ ہو تو افعال مردہ ہیں۔ جو پھینک دینے کے قابل ہیں۔ نیت کا دماغ سے بہت تعلق ہے۔ نیت دماغ کا کام ہے۔ اسلئے یہ سب کاموں سے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

سائنس کی تعریف

اسمیں چار باتیں ہونی چاہئیں۔ صداقتوں کا مجموعہ ہو۔ منتظم ہو۔ ان صداقتوں کا تعلق ہو۔ وہ خواہ مادی ہو یا روحانی۔

اسکے بعد بیان کیا کہ علم میں اختلاف نہیں ہے۔

پھر بیان کیا۔ اعصاب کے جاننے کیلئے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

تشریح — علم الاعضاء

یہ مبنی ہے مشاہدے پر اور تجربے پر۔ تمام جسم انسانی نظاموں اور اعضاء میں تقسیم شدہ ہے۔

بعض اسکو نظام میں تقسیم کرتے ہیں۔ بعض اعضاء میں۔ تین علم ہیں افعال الاعضاء کے جاننے کے لئے ان کا آجانا ضروری ہے۔

(۱) علم الطبعیات۔ اسکی آگے بہت سی شاخیں
(۲) علم الکیمیا۔ " " "
(۳) علم التشریح

ان تینوں پر علم الاعضاء مبنی ہے۔ ان کے سوا ایک اور چیز بھی ہے۔ جسکا نام روح حیات ہے یہ اصل نباتات ہے۔ بائی آلوجی کی۔

اسکے بعد بیان کیا کہ اگر نظام کی باریک ساخت کو دیکھا جائے۔ خواہ وہ دل ہو۔ پھیپھڑہ ہو۔ کچھ ہو تو یہ معلوم ہوگا۔ کہ انکی آپس میں کوئی مناسبت ہے۔ انسانی عمارت ایک ذی حیات جانوروں کا مجموعہ ہے جنکی شکل قریباً یکساں ہے۔ جنکو سیل کہتے ہیں۔

سیل کی عام معلومات

ہر زندہ سیل۔ یا زندہ حیوان یا زندہ مادہ اسکی ظاہری ساخت ایسی ہوتی ہے۔ جیسی جیلی ہوتی ہے۔ ہر سیل نہ سخت ہوتا ہے۔ نہ پانی کیطرح بلکہ جیلی کیطرح۔ وہ جیلی یکساں نہیں ہوتی بلکہ ایک بلاٹنگ پیپر کیطرح۔ اسمیں ایک تری ہوتی ہے جب یہ تری نکل جاوے۔ پھر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ غرض زندہ مادہ جیلی کیطرح ہوتا ہے۔ جو انگریزی کھانے کھاتے ہیں۔ انکو تو جیلی کا عام علم ہے۔ مگر عوام الناس یہ سمجھ لینگے کہ جیسے سری پائے پکائیں جاویں تو وہ ٹھنڈی ہو کر جم جاتی ہیں اور ایک سطح ہو جاتی ہے۔ اسی طرز کی جیلی ہوتی ہے۔ پانی کا وجود اسکے لئے ضروری ہے۔ وجعلنا من الماء کل شیئ۔ یہ جسمانی ترکیب ہے۔

کیمیاوی ترکیب: یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ ستر یا بہتر قسم کے عناصر ہیں۔ جنسے یہ دنیا ہے۔ مثلاً نائیٹروجن ہائیڈروجن آکسیجن۔ سونا۔ تانبا وغیرہ۔ ہر زندہ مادہ میں چار چیزیں ہوتی ہیں۔ جبتک انمیں یہ چیزیں ہیں وہ زندہ ہے۔ جب انمیں سے کوئی نہ ہو۔ وہ زندہ نہیں رہ سکتی۔ وہ چیزیں یہ ہیں آکسیجن۔ کاربن۔ ہائیڈروجن۔ نائیٹروجن۔ بعض جگہ انکے ساتھ کوئی دھات بھی ہوتی ہے۔ مثلاً فولاد یہ سیل میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کسی زندہ چیز کی بناوٹ والے سترہ یا اٹھارہ عناصر ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں

تیسری بات۔ موجودہ زمانے میں کوئی ذی حیات کسی گذشتہ ذی حیات کے بغیر ظہور پذیر نہیں ہو سکتا۔

حیات کیلئے ضروری ہے۔ کہ کوئی منبع حیات ہو۔ جیسے کہ بغیر بیج کے درخت نہیں ہو سکتا۔ بغیر ماں باپ کے اولاد نہیں ہو سکتی۔ یہ بیشک مانتے ہیں۔ کہ ابتدا میں حیات دیکھنے اور تجربے میں نہیں آئی۔

چوتھی بات۔ ہر ذی حیات کیلئے یہ ہے۔ کہ وہ خود ہمیشہ زندہ نہیں رہتا۔ وہ آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے اور کامل عروج کو پہنچکر پھر کوئی چیز بیچ میں سے ٹوٹ جاتی ہے۔ اور وہ یکدم مر جاتا ہے۔ اور جسم اسی طرح رہ جاتا ہے۔ آخر میں آہستہ آہستہ اسکے تمام سیل ٹوٹ کر خاک ہو جاتے ہیں۔ مگر ہر ذی حیات کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مرنے سے پیشتر کوئی قائمقام دنیا میں چھوڑ جاتا ہے۔ آپنے بیان کیا۔ کہ ہر ایک نظام سیل سے بنا ہوا ہے۔ اور سیل اینٹیں ہیں اس نظام کی غور سے دیکھو تو سیل کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے۔ جیسے اینٹ گارے سے جوڑی جاتی ہے۔ اسیطرح سے ان سیلوں کو جوڑنے والی ایک چیز ہے۔ جو انکے بیچ میں ہوتی ہے۔ اسکا نام سیمنٹ ہے۔ اسکے بغیر انسان کھڑا نہیں ہو سکتا۔ جہاں زیادہ سیل ہیں سیمنٹ نہیں یا بہت کم ہے۔ وہ حصہ بہت نرم ہے۔ مثلاً دماغ۔ اور جہاں سیل کے ساتھ سیمنٹ زیادہ ہو۔ اتنی سختی اسمیں زیادہ ہوگی ہڈی کو جب دیکھا جاتا ہے۔ اسمیں سیل فاصلے پر ہوتے ہیں۔ اور سیمنٹ زیادہ ہوتا ہے۔ بالکل چونے کی عمارت کیطرح ہوتی ہے۔ اسمیں سختی بہت ہوتی ہے۔ اسپر زیادہ بوجھ دیا جا سکتا ہے۔ اسمیں حیات بھی کم ہے دماغ میں سیل بہت ہیں۔ سیمنٹ بہت کم ہے۔

خون میں سیل ہی سیل ہیں۔ سیمنٹ نہیں۔ سیمنٹ زندہ نہیں ہوتا۔ اسکو خود سیل ہی بناتے ہیں اور اپنے درمیان داخل کرتے جاتے ہیں۔ الغرض جہاں حیات کی ضرورت ہے وہاں سیل ہیں۔ سیمنٹ کم ہے۔

ساخت سیل

اس سے پہلے یہ یاد رکھو کہ بہت سے حیوانات ہیں جو ایک ہی سیل سے بنتے ہیں۔ مگر کثرت سے حیوانات اور نباتات ایسے ہیں۔ جو لاکھوں سیلوں سے بنتے ہیں۔ مگر اسکی ابتدا ایک سے ہی ہے۔ مثلاً انسان ہے اسکی ابتدا ایک سیل سے ہے۔ بیج جو ہے اسکی حالت بالکل انڈے کی سی ہے۔ انڈے کی زردی اور سفیدی کے درمیان ایک دانہ سا ہوتا ہے یہ دانہ ایک سیل ہے۔ باقی کی زردی سفیدی اسکی غذا ہے۔ اسیطرح بیج میں بھی جو سیل ہے۔ اسکے لئے غذا جمع ہوتی ہے۔ انسان کیلئے اسکی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اسکے اندر اعضاء ایسے ہیں۔ جو غذا بنا سکتے ہیں۔ ان سب کی ابتدا ایک واحد سیل سے ہوتی ہے۔ خواہ بعد میں کتنے ہی کیوں نہ ہو جاویں۔ سیل کا نام علم النباتات کے ماہروں نے تجویز کیا ہے۔

(باقی آئندہ)

آریہ سماج قادیان

قادیان کے آریہ سماج جو بڑے جوش و خروش کے ساتھ اٹھے تھے۔ اور ابھی تک اپنے پرچارک بلا کر لیکچر وغیرہ کراتے رہتے ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ہفتہ کے لیکچروں کا ذکر

احباب پڑھ چکے ہیں۔

قادیان میں آریہ سماج نے بڑے جوش کے ساتھ ایک سکول جاری کر دیا تھا۔ اور اس سکول کے کھولنے کیلئے جو تجویز قادیان کی آریہ سماج کے دماغ آئی تھی۔ وہ کسی اور آریہ سماجی کے دماغ میں نہیں آسکتی تھی۔

چنانچہ دوسرے آریہ سماجیوں نے اپنے خیال میں جو اس سکول کا پروگرام بنایا تھا۔ وہ قادیان کے مہاشوں کے دماغ میں نہیں تھا۔ اس لئے ان کا آپس میں اتحاد نہ رہ سکا۔ اور آخرش وہ تعلقات ٹوٹ گئے۔

سب سے پہلی تجویز جو آریہ سماج نے گھڑی وہ درثمین کے اشعار کے متعلق تھی۔ اور اسپر بہت بیجا جوش کیا گیا۔ اور کہا گیا کہ مدرسہ تعلیم الاسلام میں چونکہ درثمین پڑھائی جاتی ہے۔ اس لئے ہم اسمیں اپنے بچے نہیں پڑھا سکتے۔ اس سے پہلے جو چالیں وہ چلا کرتے تھے۔ میں اسوقت ان کی تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ وہ سب تاریخ قادیان میں آجائینگی۔ غرض درثمین پر اخبارات میں بہت لے دے ہوئی اور بیسوں اخبارات کے کالم اسپر سیاہ ہوئے۔ اور ایک طوفان بے تمیزی مچایا گیا۔ اسی وقت ایک سکول قادیان میں بنانے کی تجویز کیگئی۔ اور وہ تجویز یونہی رہ جاتی اگر ماسٹر دیوی چند صاحب کی آواز انکی تسلی کا باعث نہ ہوتی۔ ماسٹر دیوی چند صاحب ایک اچھے اخلاق کے آدمی ہیں۔ انہوں نے سکول کے لئے بے حد کوشش کی۔ حتی لالہ ہنسراج صاحب پرنسپل ڈی اے وی۔ کالج وغیرہ کو بھی وہ لائے۔ اور قادیان میں لیکچر دیئے اور مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ میں کہونگا کہ ماسٹر دیوی چند کے خیالات اسوقت بھی اچھے تھے اور وہ جس بات کو مد نظر رکھ کر سکول کھولنا چاہتے تھے۔ وہ ایک اچھی بات تھی۔ ماسٹر دیوی چند کی تقریریں جو انہوں نے قادیان میں کیں۔ میرے کان میں ابھی تک گونج رہی ہیں۔

اس سے پہلے قادیان کی آریہ سماج گروکل پارٹی کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ لیکن اس وقت جبکہ مدرسہ کا جوش پیدا ہؤا۔ گروکل پارٹی کو تو سلام کہا گیا اور کالج پارٹی کو ویلکم کہا گیا مگر یہ بات معلوم ہونے پر افسوس ہؤا کہ قادیان کے آریہ سماج نے ماسٹر دیوی چند جیسے مفید کار سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اور سکول کا ان سے کوئی تعلق نہیں رکھا۔ جو پہلے انسپکٹر کے رنگ میں تہا۔ وہ تقریب ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جب ماسٹر دیوی چند نے آریہ سماج کے سکول کا سنگ بنیاد اپنے ہاتھ سے لالہ ہنسراج سے رکھوایا معلوم نہیں کہ کیا راز ہے۔ کہ آریہ سماج قادیان مجبور ہوئی کہ وہ ماسٹر صاحب سے تعلقات قطع کرے۔ اور اس اتحاد کو توڑے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ ماسٹر دیوی چند محکمہ تعلیم کیلئے ایک نہایت مفید وجود ہیں۔ امید ہے کہ ایڈیٹر صاحب پرکاش کچھ ان حالات سے پردہ اٹھائینگے۔ کہ قادیان کی آریہ سماج کیوں ماسٹر دیوی چند صاحب سے اپنا تعلق قطع کرنے پر مجبور ہوئی۔

انگلستان کی شراب خوری میں اضافہ

اس عنوان کے نام سے ایک نوٹ پروفیسر بال کرشن صاحب ایم اے مقیم لنڈن نے پرکاش کیلئے لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ مسٹر جارج وسنر نے انگلستان کی شراب خوری کا اندازہ کرتے ہوئے شراب کی مقدار اور اسکے صرفہ کا حساب لگایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ سنہ ۱۹۱۹ء میں شراب خوری بہ نسبت سنہ ۱۹۱۸ء کے ۶۰ فیصدی زیادہ ہوگئی تھی۔ شراب نوشی کی ترقی کا معیار اس نقشے سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو انہوں نے اسطرح دیا ہے۔

سنہ ۱۹۱۳ء - ساڑھے سولہ کروڑ پونڈ
سنہ ۱۹۱۸ء - چھبیس کروڑ پونڈ
سنہ ۱۹۱۹ء - ساڑھے اڑتیس کروڑ پونڈ

اس سے اس نسبت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ جو کہ انگلستان نے شراب کی ترقی میں کی ہے۔ گویا عیسائیت خود شراب کو ترقی دے رہی ہے۔ اور اسکے ذریعے سے مفید انسانوں کو نکمے اور بے کار بنا رہی ہے۔ یورپ کی شراب نوشی پر خود یورپ کے بڑے لیڈر جو روحانی لیڈر سمجھنے چاہیئے ساری عمر افسوس کرتے رہے۔ چنانچہ

دی چرچ آف گاڈ اینڈ گیٹس ہل

خدا کا چرچ اور دوزخ کے دروازے کے نام سے ایک کتاب یورپ کے کسی شریف الطبع انسان نے شایع کی ہتی۔ وہ یورپ کی اس شراب نوشی کا ذمہ وار چرچ یعنی گرجے کو قرار دیتا ہے۔ اسکا پہلا فقرہ یہ ہے۔

انیسویں صدی ختم ہونے کو ہے۔ اور عیسائیت کا ایک بڑا حصہ عیسائیت کو چھوڑ رہا ہے اور وہ دہریہ ہو چکے ہیں۔ انگلستان بہی عیسائیت کو چھوڑ چکا ہے۔ اور ان کے جسم کا سب سے بڑا حصہ شراب ہے۔

اسی کتاب میں اور بڑے بڑے لوگوں کی رائے درج ہے۔ چنانچہ

آرک بشپ ٹامسن کہتا ہے۔ کہ دنیا کی گلوب کو ہمنے شراب کے نشے کے ساتھ گھیر لیا ہے۔

حضرت مسیح نے جو یہ فرمایا کہ جو لوگوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ لعنتی ہے۔ ہم نے شراب کے ذریعے سے لوگوں کو نقصان پہنچایا۔ اور لعنتی ہوئے۔ دنیا کی اٹھتی نسلیں جو ہیں۔ ہمنے انکے سامنے ٹھوکر رکھ دی ہے۔ آٹھ صدیوں کے اچھے کام ایک صدی کے بُرے کام کا کفارہ نہیں ہو سکتے۔ یہ ایک ایسا بڑا گناہ ہے۔ کہ خدا اسکا حساب لیگا۔

لینسٹ کہتا ہے۔ کہ شراب ایک بقوی چیز ہے بدی کی طرف لے جانے کیلئے اگر انجیل اپنے اس قول میں سچی ہے۔ کہ کوئی شرابی خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ اور پاکیزگی کے سوا خدا کو انسان دیکھ نہیں سکتا تب یہ بات جسکی طرف میں توجہ دلاتا ہوں۔ بہت ہی اہم ہے۔ تو کیا حال ہو گا ان لوگوں کا جو ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں اسمیں مبتلا ہیں۔ اس سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور جوُا وغیرہ بھی اسی کی وجہ سے کھیلتے ہیں۔

یہ صرف جسمانیت ہی کو تباہ نہیں کرتی بلکہ روحانیت کو بھی تباہ کر دیتی ہے۔

پھر لکھا ہے۔ کوئی چیز اس سے زیادہ ذلیل اور اس سے زیادہ وحشی اور شیطانی چیز اس سے زیادہ نہیں۔ خصوصاً عورتیں۔ انکو اپنے پر کوئی قابو نہیں رہتا۔ انکو اپنے نفع نقصان کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ انکی محبت یہاں تک تباہ کر دیتی ہے۔ کہ وہ اپنی اولاد سے بھی محبت نہیں کرتیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ خدائی کلام کا بھی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ بہت ہی کم لوگ شرابی ہیں۔ کہ مذہبی آدمی بھی ہوں۔ اسکے نیچے سے وہ نکل نہیں سکتے۔ لکھنے لکھتے وہ لکھتا ہے۔ یہ حالت ہے عیسائی ملکوں کی ہے انکی عیسائیت کی ضمیر مر چکی ہے۔ اور حتیٰ کہ دہریوں کی مانند بھی ضمیر نہیں رہی اس لئے اب انکی اصلاحی حالت رہی نہیں۔

چارلس ڈکس نے۔ ہوس آف کا میں کہا تھا۔ کہ شراب ایک طاقتور چیز ہے۔ جو کہ بھلائی کی طاقت کو روکنے والی ہے۔ اگر انجنوں کی مانند آدمی اس کام کو روکنے کے لئے لگادیں تو بھی کوئی فائدہ نہیں۔

پھر وہ لکھتا ہے۔ کہ چرچ خود شراب کی مدد کر رہا ہے۔

آرچ بشپ بنن لکھتا ہے۔ یہ بہت ہی اہم بات ہے۔ کہ چرچ بڑے جوش سے شراب کا مقابلہ کرے۔

پارک کی رپورٹ ہے۔ شراب ایک ٹھوکر کا پتھر ہے۔ خدا کی سلطنت کے مقابلہ میں۔

ایک جگہ ہم گئے وہاں ۵۹۱ شرابی تھے جنمیں ۲۴۰ مرد تھے اور ۲۷۶ عورتیں تھیں۔ ۷۱ لڑکے اور لڑکیاں ۸۷ بچے۔ دو تین شادی شدہ عورتیں آپسمیں لڑ پڑیں۔ انہوں نے جو گند بولا وہ ناقابل بیان ہے۔ اسی طرح ایک لڑائی دیکھی جسکا نتیجہ خونریزی ہوُا۔ پھر لکھا ہے۔ کہ چرچ میں آنیوالے لوگوں کی تعداد ۲ فیصدی ہے۔ اگر صرف مردوں کی تعداد لیں تو ۱۰۰ میں سے صفر ہے۔

ایک ہزار لڑکوں میں سے جو ۱۵ سال کے تھے۔ ان میں سے ۹ سو لڑکا کبھی گرجے میں نہیں گیا۔ آئرلینڈ اور انگلستان کے ایک کروڑ چالیس لاکھ بچے ہیں ان میں سے صرف ۳۰ لاکھ شراب نہیں پیتے۔ باقی سب پیتے ہیں۔ پھر لکھتا ہے کہ جس مذہب کی ثمرات یہ ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ اس کو ردّ نہ کر دیا جائے۔

یورپ کے لاکھوں پادری ہزاروں گرجے شراب نوشی کا مقابلہ نہیں کر سکے۔ اور یہ مرض دن بدن ترقی کر رہی ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ وہ مقابلہ کریں تو کسطرح کریں۔ جبکہ وہ خود شراب نوشی کرتے ہیں۔ شراب پی کر وعظ کیلئے نکلتے ہیں۔ ان کی حالت بعینہٖ اس شخص کی سی ہے۔ جسکی نسبت ایک دفعہ اخبارات میں یہ لطیفہ شایع ہوُا تھا۔ کہ یورپ کی ایک ٹمپرنس سوسائٹی کا تیسرا یا چوتھا پریزیڈنٹ تھا۔ وہ کسی جگہ ٹمپرنس کا وعظ کرنے گیا۔ اسکے سامنے وہاں سوڈا اور وسکی پیش کی گئی۔ اور کہا گیا ہے کہ سردی ہے۔ اس کو پی لو۔ اسنے جواب میں تین وجوہات اس کے نہ پینے کے پیش کئے۔ اوّل میں ٹمپرنس سوسائٹی کا تیسرا یا چوتھا پریزیڈنٹ ہوں۔ دوم میں اسکا وعظ کہنے کے لئے آیا ہوں۔ تیسرے میں ابھی ایک گلاس گھر سے پی کر آیا ہوں۔

پس وہ لوگ جو گھر سے شراب پی کر باہر جاتے ہیں۔ کہ وعظ کریں وہ کس طرح سے اس بات کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ کہ شراب ایک بُری چیز ہے۔ یہہ احسان اسلام ہی نے کیا ہے۔ وہ شراب کو قطعی حرام قرار دیتا ہے۔ شراب نے جو بُرے نتائج پیدا کئے ہیں۔ مجھے ان کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ اقوال جو میں نے بطور نمونہ یورپ کے پیش کئے ہیں۔ وہ اس کے لئے کافی ہیں۔ بلکہ یہاں تک کافی ہیں۔ کہ آخر ان میں سے ایک کو یہ کہنا پڑا۔ کہ جس مذہب کے یہ ثمرات ہیں۔ کیوں نہ اس کو چھوڑ دیا جائے۔

اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ سلامتی اور امن کی یہی راہ ہے کہ اس کو چھوڑ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے وہ آ جاویں۔

نظم

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

صدق سے دھونی درِ حق پہ رمائی کس نے
ایڑ رہوارِ خلافت کو لگائی کس نے
تمکنت دین کو حاصل ہو کافی وافی
روز و شب ہم کو سکھایا کہ شریعت ہے وہی
نئی تعلیم کی قرآن نے نہ حاجت چھوڑی
پھر ہوا واصلِ حق ہم کو نصیحت کر کے
اسکی وارث ہوئی یہ پاک جماعت اپنی،
شیخ کو گو نہ ہو معلوم حقیقت اپنی !!
حیدر و بوذر و سلمان ہیں ہم میں موجود
ہے رسا بخت تو اقبال ہے یاور اپنا !!
ہم جو داور کے ہوئے ہو گیا داور اپنا
برگزیدہ ہیں خدا کے تو نبی کے پیارے
درِ اغیار پہ جھکتے نہیں غیور ہیں ہم !!
رہرو - راہِ انابت سے بہت دور ہیں ہم !!
آسمانِ شرفِ دین کے نیّر ہم ہیں
پیشوا اپنا غنیمت ہے - کہ محمودؔ ہے آج !!
آگیا ہاتھ ہمیں گوہرِ مقصود ہے آج !!
شبِ دیجور کٹی مہرِ سیادت چمکا
تھے بہت دور یہی پیغام سنانے والے۔
عشقِ احمدؐ کا سدا ناز اٹھانے والے
خوش ہو اے قوم کہ ہے آج ترے سر سہرا
آج حیدرؓ کا کوئی روزِ کرامت دیکھے
آلِ احمدؐ کی یہ بڑھتی ہوئی دولت دیکھے
چوتھے نمبر سے دوم پر ہے خلافت پہنچی
اس کا انکار شب و روز بڑھا جاتا ہے۔
اس کا آزار شب و روز بڑھا جاتا ہے۔
پہلے کہتا تھا خلافت کی ضرورت ہی نہیں

درسِ قرآن کی محفل وہ سجائی کس نے
لشکرِ کفر پہ تلوار چلائی کس نے
کر کے دکھلا دیا تنسیخ وعدۂ استخلافی
بعد ازاں سنت و الہام و احادیثِ نبیؐ !!
آیا ہے خدمتِ ملّت کے لئے احمدؐ بھی
اتحاد اور محبّت کی وصیت کر کے
سورۂ جمعہ میں مذکور ہے عظمت اپنی،
قدسیوں میں تو ہے مشہود سیادت اپنی
عمرؓ و طلحہؓ و عثمانؓ ہیں ہم میں موجود
ایک ادنےٰ سا ہے چاکر شہِ خاور اپنا
قول اندھوں کو نہیں آئیگا باور اپنا !!
توڑے آتے ہیں ہم چرخِ بریں کے تارے
آج شرمندہ کنِ قیصر و فغفور ہیں ہم !!
حبِّ اسلام سے - تسلیم ہے معمور ہیں ہم !!
وارثِ ملکِ سلیمان سکندر ہم ہیں
ہم ہیں آتا نظر اِک یوسفِ موعود ہے آج
کون نظارہ کنِ شاہد و مشہود ہے آج
ظلمتیں دور ہوئیں نورِ خلافت چمکا
بادۂ ناب کے دو گھونٹ پلانے والے
اپنی خدمات کا احسان جتانے والے
بندھ گیا میرزا محمودؔ کے سر پر سہرا
کیفیّت دیکھے ذرا اس کی کمیّت دیکھے۔
ان سے جو بگڑے ہیں ان کی بھی شرافت دیکھے
پھر بھی منکر کو نہ کچھ اسکی حقیقت سوجھی !!
اس کا اصرار شب و روز بڑھا جاتا ہے
اس کا ادبار شب و روز بڑھا جاتا ہے
اب کہتا ہے نبوّت کی ضرورت ہی نہیں

(باقی آئندہ)

(نعمت اللہ خاں گوہر ہیڈ ماسٹر احمدیہ مڈل سکول بہلولپور)

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کی تیسری شادی اور پرکاش

پرکاش مؤرخہ ۶ فروری سنہ ۱۹۲۱ء حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی شادی کی نسبت لکھتا ہے کہ۔

"مرزا محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح نے اعلان کیا ہے کہ انہوں نے تیسری شادی کا فیصلہ کیا ہے۔ دوسری شادی ان کی حکیم نور الدین صاحب کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی اور اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ ان کی پہلی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔ تیسری شادی اب ایک خواب کی بنا پر ہونے والی ہے اسلام کی رو سے تو چار شادیاں جائز ہیں اس لئے خلیفہ صاحب کے لئے ایک عورت کی ابھی گنجائش ہے۔ لیکن جب ہم ایک طرف ان کی نازک صحت کو دیکھتے ہیں دوسری طرف ان کی عدیم الفرصتی پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے دل میں خیال آتا ہے۔ کہ انہیں بیویاں بڑھا کر نئی ذمہ واری لینے کی جرأت کیسے ہو سکتی ہے۔ ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام عملی طور پر ایک ہی عورت کے ساتھ بیاہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے لیکن دوسری طرف عمل یہ ہے۔ کہ اس کمزور صحت کی حالت میں بھی تین تین شادیاں مرزا محمود احمد صاحب جیسے پوزیشن کے مسلماں روا رکھتے ہیں۔

جب خلیفہ صاحب کا یہ عمل ہے تو ان کے پیرو اگر چار چار شادیاں کریں تو کیا تعجب ہے۔"

جن سطروں پر میں نے لکیریں کھینچ دی ہیں وہ خاص طور پر قابل توجہ ہے۔

پہلی بات جو وہ پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔ کہ دوسری شادی آپ کی اس وقت ہوئی جب کہ ان کی پہلی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تھا۔

گویا ایڈیٹر صاحب پرکاش کے نزدیک یہ بڑا بھارا گناہ ہے کہ لڑکا پیدا ہو جانے کے بعد شادی کی جائے۔ مگر ایڈیٹر صاحب کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اسلام نے کہیں یہ بات نہیں کہی کہ جب لڑکا پیدا ہو جائے۔ تو دوسری شادی مت کرو۔ اولاد کے پیدا ہونے کے باوجود اسلام دوسری شادی کو جائز قرار دیتا ہے۔ پس وہ چیز جو ہمارے مذہب کی رو سے جائز ہے اور حلال ہے۔ اسکو حرام کرنا گناہ نہ اس کو حلال کرنا اسلام ہم کو چار عورتوں کی اجازت دیتا ہے اور نبی کریم کا اسوہ حسنہ ہمارے سامنے ہے۔ اور اور بہت سے راستبازوں نے ایک سے زیادہ بیویاں کی ہیں پھر اس پر کیا اعتراض ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ آگے چل کر خود ہی ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام کی رو سے تو چار شادیاں جائز ہیں یہ جانتے ہوئے پھر تعجب کرنا کہ اسوقت شادی ہوئی کہ جس وقت پہلی بیوی سے اولاد ہو چکی تھی۔ بالکل فضول ہے۔

ایڈیٹر صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں۔ کہ جب چار کی اجازت ہے۔ تو خلیفہ صاحب کے لئے ابھی ایک کی گنجائش ہے۔ یہ ایک مذاق ہے۔ جو ایڈیٹر صاحب پرکاش ہم سے کرتا ہے۔ ایڈیٹر صاحب پرکاش کو نہیں معلوم کہ خود ہندو جن کے ہاں ایک سے زیادہ عورتیں کرنی گناہ نہیں ہے۔ لیکن بقول پروفیسر رام دیو زناکاری ہے اس زناکاری میں مبتلا ہیں۔ جیسا کہ ایڈیٹر صاحب نور نے پردہ اٹھایا ہے جس میں سندھو رشی بھی مبتلا تھے وہ لکھتے ہیں۔ جناب پروفیسر صاحب جو ایک گوروکل کے پروفیسر ہونے کی وجہ سے بالخصوص ویدک واقفیت میں ایک خاص امتیاز رکھتے ہوں گے۔

آپ نے اپنی سرکار و الاتبار سے کثرت ازدواج کے لئے زناکاری کا فتوےٰ دیا ہے۔ بہت خوب؟ جناب پروفیسر صاحب اب ہم آپ کے فتویٰ مبارک کو ہاتھ میں لے کر ویدک لٹریچر اور ویدک رشیوں وغیرہ کے طرز عمل کو تلاش کرتے

ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والے آریہ بزرگ

(۱) کشیپ رشی جو ابتدائی زمانہ میں گذرے ہیں ایک مشہور رشی تھے دو بیویوں کے خاوند تھے۔ ان کی ایک بیوی کا نام دِتی اور دوسری کا نام ادیتی تھا۔

آریہ اتھاسیوں میں لکھا ہے کہ دتی سے دیت اور ادیتی سے دیوتا پیدا ہوئے یعنی دیوتا بھی اسی باپ کی اولاد تھیں جس نے زیادہ بیویاں کی تھیں۔

(۲) راجہ دشرتھ کی تین رانیاں تھیں۔ کوشلیا کیکئی اور سومترا۔ ان تینوں رانیوں میں سے چار پتر۔ شری رامچندر۔ مہاراج بھرت جی لکشمن جی اور شترگھن جی پیدا ہوئے۔ گو راجہ دشرتھ کے وقت میں آریہ اتھیاسوں کی رو سے تہذیب نصف النہار پر پہنچ چکی تھی۔ اگر پروفیسر رام دیو صاحب کے خیال کے مطابق ویدوں کی رو سے ایک سے زیادہ شادیاں کرنا ایسی دھرم کو توڑنے کے برابر حرام کاری سمجھا جاتا اور ان سے پیدا شدہ اولاد کو [illegible] نہ سمجھا جاتا۔ تو شری رام چندر جی اپنے وقت ما بعد زمانہ حال میں بھی ویدک دھرمیوں کے لئے اوتار مہاپرش یا پوجنیہ بزرگ کبھی نہ مانے جاتے۔ اور ویدوں کے پیرو ان کی ہرگز عزت نہ کرتے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ویدک دھرمی رامچندر کی تصویروں کی اس قدر عزت کرتے ہیں جیسی کہ خدا کی۔

شری رام چندر جی کے متعلق جن کے پتا نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں

کبھی کسی نے شبہ نہیں کیا اور نہ ہی ان پر کوئی دوش ہی لگایا جاتا ہے۔

(۳) دہیجے ایک بڑے بزرگ رشی ہو گذرے ہیں۔ ان کی دو بیویاں تھیں۔ بلکہ ایک سو بیویاں تھیں۔ ان کی ایک بیوی کے بطن سے کردن رشی پیدا ہوئے۔ جنکو سوتیلے بھائیوں کی جائداد ہضم کرلینے کا ارادہ رکھنے کی پاداش میں بقول آریہ سماج کے شہد کی مکھی ہوجانے کا سراپ ملا تھا۔

(۴) مہرشی یاگولکیہ جن کا درجہ ویدک دھرمی رشیوں میں بہت اونچا ہے۔ دو بیویاں تھیں۔ گارگی اور میتری ان دونوں دیویوں کے علم وفضل کی ہندو اور آریہ قوم مداح ہے۔

(۵) شری کرشن جی مہاراج کے والد واسدیو نے سات عورتوں سے ایک ہی وقت میں شادی کی سب سے چھوٹی یعنے دیوکی کے بطن سے کرشن جی پیدا ہوئے۔

(۶) پھر یہی شری کرشن جی مہاراج نے متعدد عورتوں سے شادی کی۔ سناتنی تو ان کی ہزاروں بیویاں بتاتے ہیں۔ لیکن آریہ سماج بھی ان کی ایک سے زیادہ بیویوں کے ہونے کے امر واقعہ سے انکار نہیں کرسکتے۔ مگر آریہ سماجی ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والے والد کی اولاد ہونے اور ایک سے زیادہ بیویاں بیاہنے کے باوجود بھی شری کرشن جی کو مہاپرش اور قابل تعظیم ہستی سمجھتے ہیں۔ بلکہ بھگوان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

(۷) راجہ پانڈو کی دو عورتیں تھیں گوروؤں کے باپ دہرت راشٹر کی ایک سے زیادہ عورتیں تھیں۔ اور جبکی دروپدی کے علاوہ تین اور عورتیں تھیں جنمیں ایک کرشن مہاراج کی بہن تھی۔ جسے وہ عاشق ہو کر زبردستی بھگا لے گیا تھا۔

اولاد کی خاطر نہیں۔

(۸) مہاتما بدھ کے پتا راجہ سدھودہن کی دو رانیاں تھیں۔ اور وہ دونوں سگی بہنیں تھیں۔ ان مذکورہ بالا حوالوں سے صاف ظاہر ہے کہ شری رام چندر جی مہاراج کے والد مکرم کی تین عورتیں تھیں۔ اور شری مہاراج واسدیو والد مکرم شری کرشن بھگوان کی سات عورتیں تھیں۔ سب سے چھوٹی بیوی شریمتی دیوکی کے بطن مبارک سے شری کرشن جی پیدا ہوئے اگر ہم ایک طرفۃ العین کے لئے یہ تسلیم کرلیں۔ کہ بقول جناب پروفیسر صاحب رام دیو ایک سے زیادہ بیویوں کا کرنا زناکاری ہے۔ تو خدارا بتلائیے کہ ہم شری رام چندر جی مہاراج اور شری کرشن جی مہاراج جو ہندوؤں کے نہایت ہی واجب الاحترام بزرگ بلکہ خدا کے اوتار ہیں۔ تو کس ذیل میں رکھیں گے۔

[illegible] غور کیجئے کہ یہ جو تیر چلا رہے ہیں ان کا سب سے پہلا نشانہ آپ کے ہی رشی اور مہارشی بلکہ اوتار ثابت ہوتے ہیں۔ پھر شری کرشن جی کی آٹھ پٹ رانیاں تھیں کیا بقول پنڈت رام دیو صاحب یہ زناکاری تھی۔ پھر جسقدر رشیوں کے حوالے میں نے دئے ہیں یہ سب کے سب نعوذ باللہ بقول جناب پروفیسر صاحب رام دیو صاحب زناکار تھے۔ توبہ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ!!

اب ان سطور کو پڑھ لینے کے بعد غالباً مہاشہ کرشن کے سامنے سے وہ پردہ اٹھ گیا ہوگا۔ جس کے رہنے کی وجہ سے اس نے ہم پر اعتراض کیا تھا۔ اور معلوم ہوگیا ہوگا۔ قدیم سے راستبازوں کی یہی سنت چلی آتی ہے۔ کہ وہ ایک سے زیادہ بیویاں کرتے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر رام دیو کے جواب میں خود حضرت صاحب نے جو جواب فرمایا وہ بھی اس موقع پر درج کرنا نہایت ضروری ہے فرمایا۔ میں کثرت ازدواج کا نہ صرف قائل ہوں بلکہ اس پر عامل ہوں اور میرے نزدیک اسلامی احکام کے ماتحت ایک سے زیادہ نکاح کرنا صرف یہ کہ زناکاری نہیں بلکہ اول درجہ کی بردباری قربانی ایثار اور تقوےٰ کی علامت ہے اور کوئی عیاش انسان ان قواعد کے ماتحت دوسرا نکاح کرہی نہیں سکتا۔" اسمیں آپ فرماتے ہیں کہ ان قواعد کے ماتحت عیاش نکاح کرہی نہیں سکتا پس معلوم ہوا کہ یہ نکاح نیکوں کی علامت ہے۔ پھر ایڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ہم ایک طرف ان کی نازک صحت کو دیکھتے ہیں۔ دوسری طرف ان کی عدیم الفرصتی کو دیکھتے ہیں۔ تو ہمارے دل میں خیال آتا ہے کہ انہیں بیویاں بڑھا کر نئی ذمہ واری لینے کی جرات کیسے ہوسکتی ہے۔ ان فقرات سے خود معلوم ہوسکتا ہے کہ شادیاں کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں ہیں ایک عیاش شخص جو ہٹا کٹا ہے۔ اور کوئی کام اس کے سپرد نہیں اس کی غرض شہوت ہو سکتی ہے۔ مگر ایک کمزور صحت کا آدمی جو اس کی جرأت کرتا ہو اور اس کی صحت کمزور ہی نہیں بلکہ وہ شخص ایسا مصروف ہے کہ اس کو دن میں دو درس تو ضروری دینے ہوتے ہیں۔ نئی کتب اور اخبارات کا مطالعہ ضروری ہوتا ہے۔ تمام اعتراض جو سلسلہ پر ہوتے ہیں ان کا مطالعہ کرنا بھی لازمی ہے۔ پھر تصنیف وتالیف کا کام بھی جاری ہے۔ سو دو سو خط کا جواب بھی لکھوایا جاتا ہے جماعت کی اصلاح جماعت کی ترقی کے لئے تدابیر سوچتے رہنا۔ نمازیں خود پڑھانی جنازے خود کرانے نکاح خود پڑھانے پھر جو مرید آتے ہیں ان کی خاطر باہر بھی بیٹھنا بعض دفعہ کوئی غیر مذہب کا آجائے سلسلہ بحث بھی جاری ہو تمام دفاتر اور کاموں کی نگرانی بھی کرنی غرض بہت سے کام ہیں۔ بعض اوقات انہی کاموں میں رات دن کا اکثر حصہ بیٹھ کر گذر جاتا ہے اور بھی ہو بیویاں بھی ہیں پس ایسی حالت میں جو شخص بیوی کرتا ہے وہ کبھی عیش کی نیت سے نہیں کرتا۔ پھر مہاشہ صاحب لکھتے ہیں کہ اسلام عملی طور پر ایک ہی عورت کے ساتھ بیاہ کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ مہاشہ صاحب کی کم علمی کا نتیجہ ہے نبی کریم کی نو ازواج مطہرات تھیں بہت سے اصحاب کی کئی کئی بیویاں تھیں خلفاء کی بھی زیادہ بیویاں تھیں۔ حضرت مرزا صاحب کی دو بیویاں